قدیم اور جدید معاشی نظریات کا تعارف

مفتی عارف محمود
استاذ و رفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

(دوسری قسط)

عہد قدیم میں تجارتی اور سودی قرضے

اس بات سے ہر سلیم الفطرت شخص واقف ہے کہ سود کی بنیاد ظلم پر ہے کہ مالدار شخص غریب کی حاجت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اپنے لئے مقررہ نفع کی ضمانت ہر حال میں مشروط کرلیتا ہے، چاہے معاملہ کی ابتداء میں ہو یا وقت ادائیگی میں مزید مہلت دیتے وقت ہو۔ (القرض المصرفی للدکتور محمد علی البنا، باب تمہیدی، التطور التاریخی للقرض، المطلب الثانی، أنواع القروض عند العرب، ص: ۵۷، ۵۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

آج کی دنیا میں رائج معاشی نظام درحقیقت ایک مکمل سودی نظام ہے، جس کے تانے بانے زمانہ جاہلیت کے سودی معاملات سے ملے ہوئے ہیں۔ سود سے بحث کرنے والے حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ قبل از اسلام عصر جاہلیت میں صرفی قرضوں کے ساتھ تجارتی اور پیداواری قرضوں کا بھی بھرپور رواج تھا، جن کی عمومی بنیاد سودی نفع پر تھی، مذکورہ نوعیت کے قرضے اہل عرب کے لئے اجنبی نہ تھے۔ (سود پر تاریخی فیصلہ، ص: ۵۴، ۶۰-۶۶)

اسلام سے پہلے حضرت عباس اور خالد بن ولید (رضی اللہ عنہما) نے زمانہ جاہلیت میں سودی شراکت کی تھی، بنو عمرو تجارتی بنیادوں پر بنو مغیرہ کو قرضے دیا کرتے تھے۔ (الدر المنثور للسیوطیؒ: ص: ۳۷۴، دار ہجر، مصر)

علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابن جریر الطبریؒ نے اس سودی کاروبار کی نوعیت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے:

"کان ربأیتبایعون به فی الجاهلیة". (تفسیر الطبری: ۵/۵۱، دار ہجر، مصر)

ترجمہ: "یہ وہ سود تھا، جس سے دور جاہلیت میں لوگ لین دین کرتے تھے"۔

بنو ثقیف کے ان قبائل کے تجارتی معاملات اور قرضوں کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان کا آپس میں سودی لین دین صرفی قرضوں (Consumption Lons) کی بنیاد پر نہیں، بلکہ تجارتی قرضوں (Commercial Lons) کی بنیاد پر تھا، اور ان قبائل اور سودی قرضے دینے والوں کی حیثیت آج کی اصطلاح میں تجارتی کمپنیوں جیسی تھی۔ (القرض المصرفی للدکتور

محمد علی البنا، باب تمہیدی، التطور التاریخی للقرض، المطلب الثانی، أنواع القروض عند العرب، ص: ۵۷، ۵۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

جدید معاشی نظریات

آج دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف معاشی نظام رائج ہیں، ان میں سب سے غالب اور نمایاں سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) ہے، عربی زبان میں اسے ''الرأسمالیة'' کہا جاتا ہے، ۱۹۹۱ء تک روس جو ''سویت یونین'' کے نام سے ایک عالمی قوت کا درجہ رکھتا تھا، وہاں اشتراکیت (sochillsm) کے غلغلے تھے، عربی زبان میں اُسے ''الاشتراکیة'' کہتے ہیں، اور اسی کی انتہائی صورت اشتمالیت (communism) ہے، جسے عربی میں ''الشیوعیة'' کہا جاتا ہے، جہادِ افغانستان کے نتیجے میں روس بطور ''یونین'' دنیا کے نقشے میں باقی نہ رہا، چین بھی اس شکست کے بعد عملاً سوشلزم کے اصولوں سے دستبردار ہو چکا تھا۔ ان دونوں ممالک کے مقبوضہ علاقوں میں اشتراکیت اگرچہ اب ایک معاشی نظام کے طور پر باقی نہیں، لیکن ایک سیاسی قوت اور ناکام نظریۂ حیات کے طور پر تاریخ کا حصہ ضرور ہے۔

سرمایہ داریت اور اشتراکیت کی جائے پیدائش چوں کہ یورپ ہے، اس لئے وہاں کی تاریخ کا ایک سرسری سا جائزہ لیں گے، تاکہ ان نظاموں کا پس منظر، مزاج اور نفسیاتی محرکات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ یورپ اور اس کے حواری آج مادی ترقی کی معراج اور تسخیرِ کائنات کے جتنے بلند بانگ دعوے کرتے نظر آرہے ہیں، اتنے ہی یہ قرونِ وسطیٰ یعنی ۱۳۰۰ء سے ۱۴۰۰ء تک سیاسی، معاشی اور مذہبی اعتبار سے تاریخ کے انتہائی سیاہ اور تاریک حالات کا شکار رہے ہیں۔

اسلام جو دینِ فطرت ہے، انہی ایام میں عرب کے پہاڑوں اور ریگزاروں سے نکل کر چہار دانگ عالم میں پیغامِ الٰہی کے زمزمے سنا رہا تھا۔ مسلمان قیصر وکسریٰ کے تخت وتاج کو تاراج کرتے ہوئے مصر اور شمالی افریقہ تک جا پہنچے، یہاں تک انہوں نے ۶۵۰ء میں یورپ کے عظیم الشان ملک اسپین کو بھی فتح کرنے کے بعد لوگوں کو انسان کی غلامی سے چھڑا کر ان پر قانونِ الٰہی نافذ کر دیا تھا۔

جاگیردارانہ نظام

قرونِ وسطیٰ کے اس پورے عہد میں یورپ کی معاشی زندگی کا دارومدار جاگیردارانہ نظام پر تھا۔ زرعی پیداوار ہی واحد ذریعہ معاش تھا، صنعت وتجارت نہ ہونے کے برابر تھیں۔ تجارت کی راہیں مسدود ہونے میں ایک طرف عیسائی کیتھولک مذہب کی طرف سے تاجر پر عائد پابندیوں کا دخل تھا تو دوسری طرف بیرونی دنیا سے رابطے کے تمام سمندری راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا، اس لئے کاروبار کو ترقی دینا، یا زیادہ دیر تک چلانا ممکن نہ تھا، لہٰذا پوری معاشی زندگی کا انحصار زراعت اور زمین کی پیداوار پر موقوف تھا۔

جاگیردارانہ نظام میں اگرچہ زمیندار، جاگیردار اور کاشتکار کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ تھا، مگر عملی طور پر کاشتکار اور جاگیردار کا تعلق بالکل غلام اور آقا والا تھا، جاگیرداروں نے اس قدر طاقت وقوت حاصل کر لی

تھی کہ وہ کسانوں کے سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے تھے، مرکزی حکومت اس وقت برائے نام تھی، رعایا کے حقوق اور جان ومال کی حفاظت ان کے دست قدرت سے باہر ہو چکی تھی، نفاذِ قانون کا کام بھی جاگیرداروں کے قبضے میں آچکا تھا، رعایا (کسانوں) کے لئے ان کا ظلم وستم برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

عیسائی کیتھولک کلیسا کی پورے یورپ پر مذہبی اجارہ داری تھی۔ حکمرانوں سے زیادہ پوپ کا رعب تھا، اسے خدائی اختیارات حاصل تھے۔ مالدار اور جاگیردار غریبوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنے کے بعد ایک مقررہ قیمت ادا کرکے ''مغفرت نامہ'' حاصل کرلیتے، دنیاوی گرفت کے ساتھ اخروی پکڑ سے بھی خود کو مامون کرتے۔ ان تمام چیرہ دستیوں کی تان جس طبقے پر ٹوٹتی وہ کسانوں کا طبقہ تھا، وہ دوہرے مظالم کی چکی میں پس رہے تھے۔ ایک طرف جاگیرداروں کا سنگدل گروہ انتہائی بے دردی سے ان کا خون چوس رہا تھا تو دوسری طرف کلیسا کے مذہبی ٹھیکیداران کی ہڈیوں کا گودا نکال رہے تھے۔

جاگیردارانہ نظام کا زوال اور عہدِ جدید کا آغاز

تیرھویں اور چودھویں صدی میں یورپ کے حالات میں بڑے پیمانے پر تبدیلی آنا شروع ہوئی، اس کا اہم سبب اسلام اور عیسائیت کے درمیان لڑی جانے والی صلیبی جنگیں تھیں، جس کے نتیجہ میں مشرقی بحیرہ روم اور اس کے بڑے جزیرے مسلمانوں کے تسلط سے نکل کر اہل یورپ کی دسترس میں آگئے۔ ان جنگوں کی بدولت جہاز رانی اور تجارت ارتقاء پذیر ہوئے، تاجروں اور ساہوکاروں کا ایک بڑا طبقہ وجود میں آیا، جوان جنگوں میں شریک ہونے والے فوجی سرداروں اور جاگیرداروں کو مالی امداد بطور قرض دیا کرتے تھے۔ تجارتی ترقی اور سرمایہ داروں کے اس نئے طبقے نے آہستہ آہستہ جاگیرداری نظام میں دراڑیں ڈال دیں۔

جاگیرداروں کی چیرہ دستیوں سے یورپی عوام اور حکمران دونوں تنگ تھے، لہٰذا وہاں کے بادشاہوں نے عوامی تائید کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور یورپ کے اکثر ممالک خصوصاً انگلستان اور فرانس میں پائدار مرکزی حکومتیں قائم کیں، اور تجارت وصنعت کی خود براہ راست سرپرستی کرکے انہیں خوب ترقی دی۔ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے قبضے سے آبنائے باسفورس اور اہل یورپ کی مشرقی ممالک سے تجارتی گزرگاہیں مسلمانوں کے زیرِ تصرف آگئیں، جس کی وجہ سے اہل یورپ کو نئے بحری راستوں کو تلاش کرنا پڑا، جب کہ دوسری طرف ۱۴۹۲ء میں عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ (Frdi Nand) اور ملکہ ازابیلا (Isabella) کے گٹھ جوڑ اور سازشوں کی وجہ سے اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو سال سے قائم حکومت کا خاتمہ ہوا، وہاں ایک عیسائی ریاست کی داغ بیل ڈالی گئی۔

۱۵۹۸ء میں اہل مغرب نے واسکوڈی گامہ (Vascode Gama) کی سرکردگی میں ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا، جب کہ اندلس کے باشاہ اور ملکہ کی سرپرستی میں کولمبس (Columbus) نے مسلمان جہاز رانوں کی مدد سے امریکہ کا نیا براعظم دریافت کرلیا تھا۔ امریکہ کی دریافت اور ہندوستان کے بحری راستوں کی تلاش سے یورپ کی تجارت، صنعت اور زراعت میں نمایاں اور ایسی

بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں، جنہیں مجموعی طور سے ایک صنعتی انقلاب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس صنعتی انقلاب سے اہل یورپ کے لئے صنعت اور تجارت کے لئے ایک وسیع میدان میسر ہوا، نئی نئی صنعتیں وجود میں آنے لگیں، بڑے بڑے شہر آباد ہوئے، غرض سولہویں صدی کے ان بدلے ہوئے حالات کے سامنے قرونِ وسطی کے جاگیرداری نظام نے دم توڑ دیا۔

سترھویں سے اٹھارویں صدی تک مطلق العنان شاہی نظام اپنے پورے جوبن پر رہا، ہر طرف خود مختار بادشاہی کا راج تھا، عوام کو نہ تو شخصی حقوق حاصل تھے اور نہ ہی سیاسی حقوق۔ انسانی جوائج اور مصالح عامہ کے حق میں آواز اٹھانا شہنشاہیت کی شان کے خلاف تھا۔ یورپ اور کلیسا نے جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کے نتیجے میں ابھرنے والی علمی تحریک کی ابتدا میں شدید مخالفت کی، اس تحریک کے علمبرداروں کو انتہائی شدید اور سخت ترین سزائیں دیں، حتیٰ کہ اس تحریک کے ایک معروف رہنما جان ہس (John Huss) اور اس کے شاگرد جیروم (Jerome) کو نذرِ آتش کیا گیا۔ کلیسا کے ان لرزہ خیز مظالم اور نام نہاد مذہبی پیشواؤں کی تنگ نظری اور نفس پرستی بالآخر ان کے لئے موت کا پھندا بن کر رہی۔

اصلاحِ مذہب، جدید سائنسی تحقیقات اور فلسفے میں نئے افکار ونظریات کی نومولود تحریک چونکہ حقیقی بیداری کا نتیجہ تھی، اس لئے تشدد سے دبنے کی بجائے مزید آگے بڑھتی چلی گئی۔ آزادیٔ فکر اور جدت پسندی کے سیلاب نے مذہبی اقتدار کا خاتمہ کردیا۔ اس نئی تحریک کے نتیجے میں جیسے کلیسا کے مذہبی اقتدار کا خاتمہ ہوا، قریب تھا کہ عیسائی مذہب ہی کی جڑیں اکھڑ جاتیں اور اس کا مکمل خاتمہ ہوجاتا کہ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ (Protestant) کے نام سے ایک نیا فرقہ وجود میں آیا، جس نے مذہب کو دنیا سے جدا قرار دیا، جدید علمی تحقیقات کی حوصلہ افزائی کی، حکمرانوں اور بڑے بڑے رئیسوں کی آغوش میں پناہ لے کر ان کے ہر جائز وناجائز کام کی تائید کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روشن خیال اور آزاد فکر طبقہ نے نہ صرف مذہب کا انکار کیا، بلکہ وہ سرے سے خدا کے وجود ہی کے منکر بن بیٹھے، یوں اس طرح یورپ میں جنم لینے والے جدید فلسفہ اور نظریات، خالص مادیت، دہریت اور الحاد کا شکار ہوتے چلے گئے۔ نئے سیاسی انقلابات اور جدید معاشرے نے قدیم مذہب اور اخلاقی روایات کی ہر قید سے آزاد ہوکر ایک سیاسی دنیا بنائی، جس میں قدیم جاہلیت کی رسموں، طور طریقوں اور معاشی اصطلاحات کو جدیدیت اور آزادیٔ فکر کے خوشنما لبادے میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism)

گزشتہ صفحات میں جاگیردارانہ نظام کی حقیقت، پس منظر، زوال کے اسباب اور عہد جدید کا تذکرہ آچکا ہے، اسی کے ذیل میں صنعتی انقلاب کے بارے میں کچھ سطور لکھی گئی تھیں، اب مزید اس بارے میں وضاحت پیش خدمت ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں صنعتی انقلاب نے مزید ترقی کی، بھاپ اور بجلی کی ایجاد واستعمال نے

صنعت وحرفت ،زراعت ومواصلات کے شعبوں کو چار چاند لگادیئے،زندگی کے ہر شعبے میں ہونے والی عجیب وغریب ایجادات سے اہل یورپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا۔دستکاریوں کی جگہ ملوں،کارخانوں اور فیکٹریوں نے لے لی۔گاؤں اور دیہات کے لوگ حصول روزگار کے لئے شہروں کارخ کرنے لگے،جس کے نتیجے میں بڑے بڑے شہر وجود میں آگئے۔اسبابِ راحت وتعیش بآسانی دستیاب ہونے لگے،اورنفسیانی خواہشات کی تکمیل کا ایک نہ رکنے والا سیلاب اُمڈ آیا،مگر خالص مادی اور لادینی بنیادوں پر حاصل کی جانے والی صنعتی ترقی اس عیارانہ نظامِ سرمایہ داری (Capitalism) کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ،جس کے بے رحم جال میں پھنسنے کے بعد عوام کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ موت اس جال کی گرفت میں زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے،یا جاگیرداروں کی اس چکی میں جس کے درمیان وہ کئی سال پستے رہے تھے۔

صنعتی انقلاب اوراس کی پیداکردہ خوشحالی پر سود، سٹے اور قمار وغیرہ کے ذریعہ چند سرمایہ دار اورمہاجن سانپ بن کر بیٹھ گئے۔انہوں نے صنعت وتجارت کا جونظام قائم کیا،اسی نظام کونظام سرمایہ داری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔زیرنظر تحریر میں گفتگو نظام سرمایہ داری کے اصل فلسفے سے ہورہی ہے،اس کی رائج الوقت صورتوں سے نہیں۔ بعد کے حالات سے مجبور ہوکر مختلف ممالک نے اس نظام میں کچھ ترمیم شروع کی ،جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔صنعت وتجارت میں حکومت کا دخل بڑھ رہاہے اورفرد کی آزادی گھٹ رہی ہے،تاہم یہ ترمیمیں ایسی جزوی اورغیرمؤثر ہیں کہ ان سے معاشرے کے مجموعی حالات پرکوئی گہرااثر مرتب نہیں ہوتااوروہ الجھنیں ختم نہیں ہوتیں جن سے اس نظام کاخمیر تیار ہوا ہے۔

معیشت کے بنیادی ستون کہلانے والے چار مسئلوں کا جوحل اس نظام نے پیش کیا ہے،اس پر گفتگو کرنے سے پہلے اس کی حقیقت پر کلام کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،تاکہ اس نظام کی بنیادوں،اہم اصول اورنتائج سے بھی واقفیت حاصل ہوجائے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقت

اس نظام کا بنیادی اصول ’’بے قید مشقت‘‘ ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ صنعت وتجارت اورکسب معاش کے تمام طریقے اورمعاشیات کا پورانظام ہرقسم کے سرکاری قانون اورمذہبی پابندیوں سے کامل طور پرآزاد ہونا چاہئے،حکومت اورمذہب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ فرد کے معاشی اور اقتصادی نظام میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔فرد کی حد سے بڑھی ہوئی یہ آزادی اس مفروضے پرقائم ہے کہ ہر شخص اپنے اچھے برے کی سمجھ خود رکھتا ہے،اس کو یہ بتانے کی نہ حکومت کوضرورت ہے کہ وہ اپنا معاشی کاروبار کیسے چلائے،اورنہ کسی معلم اخلاق کی ضرورت ہے جوحرص وطمع سے بازرہنے اورایثاروسخاوت جیسی صفات کی تلقین کرے۔رہامذہب تووہ ایک ڈھونگ ہے،جس کی پیروی آزادیٔ فکر کے اس دور میں ایک مہذب انسان کوزیب نہیں دیتی۔

انفرادی ملکیت خواہ وسائل پیداوار کی شکل میں ہو،یاعام اشیاء،وہ کلی طور پرآزاد ہوتی ہیں۔

خرید وفروخت کی جو بھی صورت فریقین کی باہمی رضامندی سے طے پائے اُسے روکنے کا نہ مذہب کو اختیار ہے، نہ کسی حکومت کو۔ افراد ہر طرح سے آزاد ہوتے ہیں کہ جس طرح چاہیں نفع کمائیں، اس مقصد کے لئے پیداوار کو جس قدر چاہیں گھٹائیں یا بڑھائیں، پیداوار جس قسم کی چاہیں تیار کریں، کسی قسم کی کوئی قانونی یا مذہبی تحدید عائد نہیں کی جاسکتی۔

اس نظام میں جس طرح حصولِ ''انفرادی ملکیت'' کے تمام ذرائع میں فرد کو کھلی چھٹی دی گئی ہے، اسی طرح خرچ وصرف کے معاملے میں بھی اس سے کوئی باز پرس نہیں۔ مادی منافع کے علاوہ کسی دوسری مد میں دولت کا خرچ کرنا نا پید ہوتا ہے، نہ ہی کوئی مذہب یا قانون فرد سے اس کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس پورے نظام میں ذاتی نفع کو کل معاشی نظام کی روح قرار دیا گیا ہے۔ ذاتی نفع کی خاطر ہر وہ طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے، جو اس کے لئے مفید ہو، اگر چہ اس میں ملک وقوم کا نقصان ہو رہا ہو، اس حوالے سے وہ کسی کو جوابدہ نہیں۔

بنیادی معاشی مسائل

یہ بات تو معاشی مفکرین کے نزدیک مسلم ہے کہ انسانی ضروریات اور خواہشات انسانی وسائل کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ دستیاب وسائل کو اس طرح استعمال کرنا کہ زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری ہوجائیں، اُسے معاشیات، اقتصاد اور انگریزی زبان میں اکنامکس (Economics) کہتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے معیشت کے چار بنیادی مسائل ہیں، جن کو حل کئے بغیر کسی بھی معیشت کی گاڑی نہیں چل سکتی، وہ مسائل درج ذیل ہیں:

۱:......ترجیحات کا تعین (Determinatian of Priorties)

فرد اور ملک کے وسائل محدود ہوتے ہیں، ان کے ذریعے تمام انسانی خواہشات کی بیک وقت تکمیل ناممکن ہے، لہٰذا یہ متعین کرنا کہ ان وسائل کے ذریعے کن ضروریات کو پورا کیا جائے؟ اور کس چیز کی پیداوار کو ترجیح دی جائے؟ کون سی ضرورت اور خواہش کو مقدم کیا جائے اور کس کو مؤخر کیا جائے؟ اس مسئلہ کا نام ''ترجیحات کا تعین'' ہے۔

۲:......وسائل کی تخصیص (Allocatian of Resources)

وسائل پیداوار، سرمایہ، محنت اور زمین کو کن کاموں میں اور کس مقدار سے لگایا جائے؟ زمین پر کیا اگایا جائے؟ کارخانوں سے کس طرح کی اشیاء اور مصنوعات حاصل کی جائیں؟ اس بات کا فیصلہ ''وسائل کی تخصیص'' کہلاتا ہے۔

۳:......آمدنی کی تقسیم (Distributian of Income)

مذکورہ بالا وسائل کو استعمال میں لانے کے بعد ان سے حاصل شدہ پیداوار، یا آمدنی کو کس

طرح اور کن بنیادوں پر تقسیم کیا جائے؟ یہ ''آمدنی کی تقسیم'' کہلاتی ہے۔

۴:......ترقی (Development)

معاشی حاصلات کو ترقی دینا کہ ان سے حاصل شدہ پیداوار کمیت وکیفیت کے لحاظ سے اچھی ہو، اسباب معیشت میں اضافہ ہو اور نئی ایجادات وجود میں لائی جائیں، تاکہ لوگوں کو ذرائع آمدن بسہولت مہیا ہوں، اور معاشرہ ترقی پذیر ہوسکے، اس بات کو معیشت کی اصطلاح میں ''ترقی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

بنیادی معاشی مسائل کا حل اور سرمایہ دارانہ نظام

ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب اپنی کتاب ''اسلام کا معاشی نظام'' میں بعنوان ''سرمایہ دارانہ نظام کا حل'' لکھتے ہیں: ''سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کے معاشی مسئلہ کے حل کی بنیاد دو باتوں پر رکھی ہے:

۱:......فرد کو اس کے معاشی مسئلہ کے حل کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے، یعنی اس کی معاشی سرگرمیوں پر کسی قسم کی اخلاقی یا قانونی پابندی نہ ہو، وہ جس طریقہ یا ذریعہ سے چاہے کمائے اور اس کمائی ہوئی دولت کو جس طرح چاہے خرچ کرے، وہ جو ذریعہ معاش اپنے لئے چاہے پسند کرے، اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔

۲:......ریاست فرد کی معاشی سرگرمیوں میں دخل اندازی نہیں کرے گی، بلکہ ان کی دیکھ بھال کرے گی، انہیں قانونی تحفظ دے گی، جس کے عوض فرد ریاست کو چند ٹیکس بطور معاوضۂ حفاظت اور سہولت ادا کرے گا۔

سرمایہ دارانہ نظام نے تین اصولوں کی روشنی میں معیشت کے بنیادی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی:

۱:......ذاتی ملکیت (Private Property)

اس نظام کا پہلا اصول اور فلسفہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی اشیاء چاہے ان کا تعلق استعمال سے ہو، یا پیداوار سے ہو، انہیں وہ اپنی ذاتی ملکیت میں رکھ سکتا ہے۔

۲:......ذاتی منافع کا محرک (Profit Motive)

پیداوار کے عمل میں ذاتی منافع کے حصول کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہی چیز اساسی محرک قرار پایا ہے۔

۳:......حکومت کی عدم مداخلت (Laissez faire)

''کرنے دو'' کی پالیسی کے تحت تیسرا اصول یہ اپنایا گیا ہے کہ تجارتی معاملات میں حکومت تاجر کو تنگ نہیں کرے، اسے کھلی چھوٹ حاصل ہوگی کہ وہ جس طرح چاہے تجارت کرے، حکومت اس کی

معاشی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرے گی، اگرچہ بعد میں اس پالیسی پر مکمل عملدر آمد نہیں کیا جاسکا۔ سرمایہ دارانہ ممالک میں حکومت کی مداخلت کسی نہ کسی عنوان سے جاری رہتی ہے، جو اس کے اصول اور فلسفہ کے خلاف ہے۔

معاشی مسائل حل کرنے کا طریقہ کار

معیشت کے بنیادی مسائل کے حل کے لئے سرمایہ دارانہ نظام نے ذاتی منافع کے محرک کا سہارا لیا۔ اس نظام کا کہنا یہ ہے کہ ان چاروں مسائل کو حل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہر انسان کو تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں کے لئے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے، اور اسے اختیار دیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لئے جو طریقہ بھی وہ مناسب سمجھے اُسے اختیار کرے، تو مذکورہ مسائل خود بخود ہی حل ہوتے چلے جائیں گے، کیوں کہ ہر شخص زیادہ نفع کی لالچ میں وہی کام کرے گا جس کی معاشرے کو ضرورت ہے، کیوں کہ دنیا میں قانون رسد وطلب (Supply and Demand) کارفرما عمل ہے، لہٰذا اگر تاجر کو زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے نفع کی خاطر وہ چیز مارکیٹ میں لائے گا جس کی ضرورت یا طلب زیادہ ہوگی، اسی طرح معاشرے میں انہی اشیاء کی پیداوار بڑھے گی جن کی معاشرے کو ضرورت ہے، اور اتنی ہی مقدار میں ان کی پیداوار ہوگی جتنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے واقعتاً درکار ہے، اس کو ترجیحات کا تعین کہتے ہیں۔

وسائل کی تخصیص کا تعلق ترجیحات کے تعین سے ہے، لہٰذا رسد وطلب کے قوانین جس طرح ترجیحات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وسائل کی تخصیص کا عمل بھی سرانجام دیتے ہیں، نتیجتاً ہر مارکیٹ کی طلب کو پورا کیا جاسکے اور اسے زیادہ منافع حاصل ہو جائے۔ جب کہ آمدنی کی تقسیم کے بارے میں سرمایہ دارانہ نظام کا کہنا ہے کہ عواملِ پیدائش: زمین، محنت، سرمایہ اور آجر یا تنظیم کے درمیان آمدنی کی تقسیم کا عمل انجام پائے گا، بایں طور کہ زمین والے کو کرایہ، محنت کرنے والے کو اجرت، سرمایہ فراہم کرنے والے کو سود اور آجر جو اس عملِ پیدائش کا اصل محرک ہے اُسے منافع دیا جائے، اور عواملِ پیدائش کے معاوضے کا تعین بھی طلب ورسد کی بنیاد پر ہوگا کہ جس کی طلب جس قدر زیادہ ہوگی اس کا معاوضہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

باقی رہی بات ترقی کی، تو طلب ورسد کے قوانین کی بنیاد پر تاجر جب زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کا طلب گار رہوگا تو لازماً وہ نئی سے نئی چیزیں، بہتر سے بہتر انداز میں مارکیٹ میں لائے گا، جس کے نتیجے میں ترقی کا عمل بھی وجود میں آجائے گا، اور معیشت ترقی پذیر ہوگی۔

سرمایہ داریت اور جمہوریت کا اشتراک

یورپ میں معاشی تبدیلیوں کے ساتھ سیاسی میدان میں بھی ایک ہمہ گیر انقلاب انگڑائیاں لے رہا تھا، آزاد فکر طبقہ، شخصی حکومتوں کو ختم کر کے جمہوری حکومتیں قائم کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف سرمایہ دار لوگ بھی

حکومت کی ان قانونی پابندیوں سے بیزار تھے، جوان کی نفع اندوزی کو پابند کررہی تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انیسویں صدی میں یورپ کے اکثر ممالک جمہوری حکومتوں کے زیر اثر آ گئے۔ معاشی وسائل اور ملکی دولت پر قابض ہونے کی وجہ سے نئی جمہوری حکومتیں سرمایہ داروں کے قبضے میں آ گئیں۔ یوں یورپ کی کل آبادی دو حصوں میں بٹ گئی، ایک طرف گنے چنے سرمایہ دار جو پوری دولت اور تمام وسائل پیداوار کے مالک تھے اور عنانِ حکومت بھی ان کی ذاتی اغراض کے تابع ہو چکی تھی۔ دوسری طرف وہ بے یار و مددگار مفلس لوگ تھے جو انتہائی شدید محنت و مشقت کے باوجود بھی زندگی کی بنیادی ضروریات کو ترس رہے تھے۔ مزدوروں اور محنت کشوں کا طبقہ اپنے معاشی حالات سے تنگ آ گیا اور ایک عرصہ تک سرمایہ داروں کے ظلم کی چکی میں پسنے کے بعد انہوں نے اپنے حقوق منوانے کے لئے مزدور انجمنیں قائم کرنا شروع کردیں۔ یورپ کے بعض مفکرین بھی اس تحریک کی حمایت کرنے لگے، یوں یہی تحریک رفتہ رفتہ اشتراکیت کی بھیانک صورت میں ڈھلتی چلی گئی۔ سوشلٹ علمبرداروں نے مزدوروں اور محنت کشوں کے جذبات کو ہڑتالوں، توڑ پھوڑ، قانون شکنی اور تشدد میں استعمال کرکے متعدد ممالک میں انقلاب برپا کرکے سوشلٹ نظام نافذ کردیا۔ (جاری ہے)

AL-HAQ GIRLS COLLEGE

الحق گرلز کالج سائنس کامرس آرٹس

دینی و باپردہ ماحول میں بچیوں کو انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن تعلیم کا بہترین ادارہ

خصوصیات

ماہر و شفیق معلمات کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت	جدید اور معیاری کمپیوٹر اور سائنس لیب
مستقبل میں گریجویشن، ماسٹرز کی سہولت	علماء کرام اور تعلیمی ماہرین کی زیر سرپرستی
بہترین محل وقوع	کشادہ و ہوادار، باپردہ کلاسز
ٹرانسپورٹ کی سہولت	

داخلے جاری ہیں

مئی تا اگست ماہانہ فیس میں 100% رعایت*

ST-5/1 بلاک 1 گلشن اقبال، عقب پریکٹیکل سینٹر، نزد مسجد قبا، کراچی، فون نمبر 021-34982698

info@alhaqcollege.org, www.alhaqcollege.org